مثبت رجحان سمجھا ترک کر دیا اور وہ قازق رعایا کی زار شاہی روس سے وفاداری کے معاملہ میں اسلام کو حریف کے طور پر دیکھنے لگے۔ سٹیپ اور ترکستان سٹیٹیوٹ (Statutes) کے تحت قانون سازی کے ذریعے مسجدوں اور مذہبی مدارس کی تعمیر کے لئے سول انتظامیہ کی اجازت ضروری قرار دے دی گئی۔ جو عموماً اس قسم کی اجازت نہیں دیتے تھے"[۱۷۳]۔

قازق اسلام: تاریخی حقائق کی روشنی میں

در حقیقت قازقستان میں اسلام پہلی اور دوسری صدی ہجری میں پہنچ چکا تھا۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں قازقستان کے شہری علاقے مکمل طور پر دارالاسلام کا حصہ بن چکے تھے۔ "قازقستان کے شہری اور نیم شہری علاقوں (قزل اوردہ، ژمبول اور چمکنت کے علاقوں) میں اسلام نویں صدی عیسوی میں نفوذ حاصل کر چکا تھا۔ آج یہ علاقے قازقستان کے سب سے زیادہ مذہبی [اثر و رسوخ والے] علاقے ہیں"[۱۷۴]۔ اگرچہ بنگسن اور ایس. ویمبوش نے قازقستان کے مغربی، وسطی اور شمالی علاقوں میں اسلام کی آمد کو تیرھویں صدی کے ربع اول کا واقعہ قرار دیا ہے[۱۷۵]، تاہم دیگر شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آٹھویں صدی میں شہری علاقوں میں اسلام کی آمد کے بعد قازقستان کے خانہ بدوش ترک قبائل نے دسویں صدی عیسوی تک اسلام قبول کر لیا تھا۔ "بلخ کے قازق قبائل[۱۷۶] نے دسویں صدی عیسوی میں اسلام قبول کیا"[۱۷۷]۔ اس سے قبل سامانی حکمران اسماعیل نے ۸۹۳ء میں قازقستان کے طالاس (یا تالاس) شہر میں ایک کامیاب مہم کے نتیجے میں "شہر کے بڑے عبادت خانے کو مسجد میں تبدیل کر دیا تھا"[۱۷۸]۔ ظاہر ہے مسجد کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہو گی کہ مقامی آبادی نے اسلام قبول کر لیا ہو گا۔ دسویں صدی عیسوی ہی میں ترگیش خاقانیہ اور ان کے بعد ویغوروں کے پس منظر میں چلے جانے کے بعد قارلوق ترکوں کے قرہ خانی خاندان نے قازق علاقوں میں اپنی مملکت قائم کی۔ قارلوق ترک قازقوں کے آباؤاجداد شمار کئے جاتے ہیں۔ آج کی قازق قوم کے ترک قبائل میں بھی قارلوق ترک قبیلے کو اہم مقام حاصل ہے۔ دسویں صدی کے وسط میں قرہ خانی حکمران تمغاچ خان[۱۷۹] نے اسلام قبول کیا۔ اور بتدریج اپنی رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مائل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابن الاثیر کے مطابق قرہ خانی حکمرانوں کے عہد میں سن ۹۶۰ء میں دو لاکھ خیموں میں مقیم ترک [قارلوق] قبائل نے اسلام قبول کیا[۱۸۰]۔ اگر فی خیمہ اوسط آبادی تین افراد بھی فرض کر لی جائے تو بھی ابن الاثیر کی مذکورہ روایت کے مطابق ۹۶۰ء میں چھ لاکھ قازقوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

اس دوران (۸۷۴ء سے ۱۰۰۴ء تک) ماوراء النہر اور خراسان میں آل سامان کی حکمرانی تھی۔ سامانی حکمرانوں نے ترکوں میں اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ "... سامانیوں کی سرحدات پر رہنے والے شامانی مذہب کے پیروکار ترک قبائل - جو باستثنائے معدودے چند مسیحیوں کے کسی عالمی مذہب سے تعلق نہیں رکھتے تھے - کو آسانی کے ساتھ بغیر طاقت استعمال کئے اسلام میں داخل کر لیا گیا تھا۔ سامانیوں کی طرف سے مذہبی مبلغین اور گشتی مجاہدینِ اسلام کی حوصلہ افزائی اور مدد [ترکوں، بشمول موجودہ قازقوں، کی طرف سے اسلام قبول کرنے کے عمل میں] اہم عامل تھا۔ ... اسلامی دنیا ترکوں کے قبول اسلام کے لئے سامانیوں کی مقروض ہے۔ سامانیوں ہی کی وجہ سے بعد کی صدیوں میں اسلام تقریباً تمام ترک اقوام (peoples) کا مذہب بن گیا"[۱۸۱]۔

ماوراء النہر میں سامانی اقتدار کی وراثت انہی قرہ خانی حکمرانوں کے حصے میں آئی۔ قرہ خانیوں نے جب ماوراء النہر کی سامانی سلطنت کے علاقوں میں پیش قدمی شروع کی تو سامانیوں کی مقامی مسلمان رعایا نے مسلم حملہ آوروں (قرہ خانی قازقوں) کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ سامانیوں کے قرہ خانیوں کے ہاتھوں مغلوب ہونے کی یہ ایک اہم وجہ تھی۔ "[قرہ خانی] قارلوق (ترک) جلد ہی سامانیوں کے ماوراء النہر پر چڑھ دوڑے۔ سامانی حکمرانوں کی طرف سے عوام کو جہاد کے لیے تیار کرنے کی غرض سے بلائے گئے علماء [کے اجتماع] نے یہ موقف اختیار کیا کہ حملہ آور ترک بھی صالح (good) مسلمان ہیں اس لئے ان کے خلاف جنگ یا جہاد کے اعلان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ سامانی سلطنت قارلوق ترکوں کے خلاف موثر مزاحمت پیش کرنے میں ناکام رہی اور بالآخر ۹۹۹ء سے ۱۰۰۴ء تک کے عرصے میں قارلوقوں کے ہاتھوں [ماوراء النہر میں] سامانی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا"[۱۸۲]۔

بارہویں صدی کے نصف اول [چوتھی دہائی] تک قازق ترک قبائل مسلم قرہ خانی سلطنت کے زیر اقتدار رہے اور اس دوران اسلام ان کی واحد پہچان بن گیا تھا۔ ۱۱۳۷ء میں غیر مسلم قرہ ختائیوں نے ماوراء النہر اور سٹیپ کے قازق علاقوں کی طرف بتدریج پیش قدمی شروع کی جو منگولوں کی یلغار تک علاقے کی غالب طاقت رہے۔ تاہم قرہ ختائی حکمرانوں کے عہد میں بھی حکومت کے اعلیٰ مناصب (وزیر وغیرہ) مسلمانوں کے پاس رہے، چنانچہ کوئی وجہ نہیں کہ اس دوران قازقوں کے اسلام پر قائم رہنے کا انکار کیا جائے۔ اس دوران خیوا کے خوارزم شاہ اور قرہ ختائیوں کے مابین ماوراء النہر اور قازق علاقوں پر کنٹرول کے لئے کشمکش جاری رہی۔ خوارزم شاہ محمد نے قرہ ختائی گورخان کی افواج کو شکست سے دوچار کیا اور اس کے

بعد نیمان قبائل کے سردار کچلوگ کے ساتھ (جس نے قرہ ختائیوں کے خلاف بغاوت برپا کردی تھی اور گورخان کو قیدی بنالیا تھا) ۱۲۱۸ء میں منگول یلغار کے وقت تک برسرپیکار رہا۔ سمرچیا اور سیر دریا کے قازق علاقوں اور سٹیپ کے قازق قبائل نے قرہ ختائیوں اور کچلوگ کے ساتھ خوارزم شاہ کی جنگوں میں اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ خوارزم شاہ نے قپچاق قبائل کو تابع فرمان کرنے کے بعد ۱۲۰۷ء یا ۱۲۰۸ء میں قرہ ختائی گورخان کے خلاف کچلوگ کی بغاوت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سمرقند صوبے (بشمول بخارا) کو قرہ ختائیوں سے چھین لیا۔ یہاں سے خوازم شاہ [نے قازقستان کے شہر] تراز کو قرہ ختائیوں کے قبضے سے چھڑانے کے لئے مارچ شروع کردیا۔ اگرچہ قرہ ختائیوں اور خوارزمی افواج کے مابین یہ جنگ فیصلہ کن ثابت نہ ہوسکی تاہم ختائی سپہ سالار تیانکو (Tayanku) کو مسلم افواج نے قیدی بنالیا۔ "قرہ ختائیوں نے اپنی پسپائی کے دوران سمرچیا کے اپنے مقبوضہ علاقوں میں واقع بلاساغون شہر میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن یہاں کے مسلمان شہریوں نے اپنے قرہ ختائی حکمران کے خلاف خوازمی مسلمانوں کی فتح کی امید پر اپنے شہر کے دروازے اپنے غیر مسلم فرمانروا کی افواج پر بند کردیے۔ قرہ ختائی گورخان کے مسلمان وزیر محمد بے اور دیگر گورخانی (قرہ ختائی) شہزادوں کی طرف سے شہر کے دروازے کھلوانے کی تمام کوششیں ناکامی سے دوچار ہوئیں۔ قرہ ختائی افواج ۱۶ دن کے محاصرے کے بعد شہر پر زبردستی قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئیں اور شہر کے سینتالیس ہزار (۴۷۰۰۰) [مسلمان] باشندوں کو تہہ تیغ کیا"[۱۸۳]۔

خوازم شاہ، قرہ ختائیوں اور قرہ ختائی گورخانوں کے باغی سردار کچلوگ کے مابین جنگوں اور لڑائیوں کی تفصیلات ہمارا موضوع نہیں ہیں لیکن اس دوران اسلام اور مسلمانوں سے قازق قبائل کی وابستگی کا تسلسل ثابت کرنے کی ضرورت کی بنا پر بعض غیر متعلقہ واقعات کا ذکر کرنا پڑ گیا ہے۔

تیرہویں صدی کی دوسری دہائی میں قازق علاقے منگولوں کے تسلط میں آگئے تھے۔ منگول حکمرانوں کی پہلی نسل کے (اور خاص کر موجودہ قازق علاقوں پر حکمرانی کرنے والے) بعض شہزادوں (برکہ خان) نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اپنی منگول اور ترک رعایا میں اسلام کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا باعث بنے۔ چودہویں صدی عیسوی میں لشکر بزرگ (قازق علاقوں پر مشتمل منگول سلطنت) کے حکمران خان اوزبیگ کے دور اقتدار میں اسلام منگول سلطنت کا سرکاری مذہب بن گیا تھا۔ (برکہ خان اور اوزبیگ خان کا ذکر پہلے ہوچکا ہے)۔

قازق خانیت کے ظہور کے بعد قازق خان توکے نے سترھویں صدی میں قازقوں کے

لئے جو قانونی نظام وضع کیا اس کی بنیاد قازق رواجی قانون (عادت) کے علاوہ اسلامی شریعت کے بعض بنیادی اصولوں پر رکھی گئی تھی[۱۸۴]۔ قازق خانیت کے ابتدائی دور کی شاعری (جس کی تدوین ۱۸۷۰ء کی دہائی میں ہوئی) "اسلام سے مضبوط وابستگی اور متصوفانہ خیالات کی عکاس ہے"[۱۸۵]۔ "... اس قسم کی شاعری کرنے والوں کو جھیراو (jhyrau) (قومی شاعر) کہا جاتا تھا اور انہیں قازق قبائل کے قابل احترام افراد کا رتبہ حاصل ہوتا تھا۔ اس قسم کے [مذہبی شاعروں] کو عموماً قبائلی زعماء کا درجہ حاصل ہوتا تھا اور سلطانوں کے مشیروں کے معزز عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔ اس قبیل کے شاعروں میں جھالکیز جھیراو (۱۴۶۵ء - ۱۵۶۰ء)، دوسمبت (دوست محمد) جھیراوَ (۱۴۹۰ء - ۱۵۲۳ء) اور امن (امان) کنگی (۱۳۶۱ء یا ۱۳۷۰ء - ۱۴۶۵ء) کو اہم مقام حاصل ہے۔ ان شاعروں میں سے بعض استانبول (ترکی) سے ہو کر آئے تھے اور عالم اسلام سے وابستگی کے مضبوط جذبات کے اظہار کے لئے مشہور تھے۔ موخر الذکر شاعر کو بیسویں صدی کے قازق دانشوروں نے "خانہ بدوش فلسفی (nomadicd philosopher) کا خطاب دیا تھا[۱۸۶]۔ اگرچہ سوویت اور زار شاہی روس کے روسی، مابعد کے سوویت اور معاصر مغربی تاریخ نگاروں اور مورخین نے اپنے متضاد بیانات کے ذریعے (دانستہ یا نادانستہ) قازق اسلام کو مشکوک بنانے کی کوششیں کی ہیں۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ قازق نہ صرف اسلام کے ابتدائی ادوار میں اسے قبول کر چکے تھے بلکہ ان کی اسلام سے وابستگی اس حد تک مضبوط تھی کہ اسے "بہت زیادہ عسکریت پسند" کے لقب سے بھی نوازا گیا۔ "... (قازقستان) کے اکثر علاقوں میں قازقوں نے اسلام، بہت پہلے، ساتویں سے نویں صدی تک قبول کر لیا تھا۔ درحقیقت قازق اسلام بہت زیادہ عسکریت پسند (much more militant) تھا۔ اس کی ایک وجہ قازق آبادی کا طرز زندگی اور ان کی خانہ بدوش خصوصیت تھی"[۱۸۷]۔

[نوٹ: انیسویں کے نصف آخر میں قازق علاقوں پر روسی سامراج کی گرفت مضبوط ہونے کے بعد کے حالات اگلے شماروں میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)]

حواشی

۱۔ تفصیلات کے لئے دیکھیے! "قازقستان: ریاستی خاکہ"، وسطی ایشیا کے مسلمان، جلد ۵، شمارہ ۱-۲، جنوری - فروری ۱۹۹۰ء۔